فتح مبین کا دولہا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

تحریر: جناب غلام سرور قریشی عباس پورہ جہلم

جامع القرآن، کامل الحیاء والایمان، ذوالنورین، خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گلشن نبوت کے پانچ گل ہائے سرسبد، نبی اکرم ﷺ کے خلفائے راشدین ہیں۔ اسی گلشن سے ﴿یعجب الزراع﴾ کھیتی والا (مزارع/کسان) خوش وخرم ہوتا ہے۔ یہ کھیتی حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وہ فقید المثال جماعت ہے جو آپؐ کے تیئس سالہ (۲۳) پیغمبرانہ تبلیغ، تعلیم، تربیت اور جدوجہد کا حاصل ہے۔ اسی کھیتی سے جلنے والے کفار ہیں۔ سو صحابہ کرامؓ سے محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے۔ گلشن اسلام جو حضور اقدس ﷺ کی جانفشانی وآبیاری سے پر بہار ہوا، وہ اللہ باری تعالیٰ کو اس قدر مرغوب تھا کہ اس باغ محمدیؐ کی تعریف وتوصیف سے اپنا قرآن مجید مملو کر دیا۔ ان کیلئے دنیا میں ان کے جیتے جی جنت کی بشارتیں بھیج دیں۔ آیت کریمہ: ﴿لقدر رضی اللہ عن المؤمنین...﴾ (الفتح: ۱۸) پر غور کریں تو بڑا ہی روح پرور مفہوم سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ زمین وآسمان کا باجبروت ملیکِ مقتدر اپنے فرمانبردار بندوں سے راضی ہو جائے تو بندے معراج پا جاتے ہیں اور پھر انہیں مزید کسی انعام کی حاجت نہیں رہتی۔ بندے کیلئے اس سے بڑی فلاح اور کیا ہو گی کہ اس کا آقا اس سے راضی ہو جائے۔ ﴿ورضوا عنہ﴾ کا مفہوم بڑا ہی اکرام آمیز ہے اور یہ اکرام صحابہ کرام کو عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''صحابہ اس سے راضی ہو گئے'' گویا ان نفوسِ قدسیہ کا راضی برضائے الٰہیہ ہونا، ان کے اللہ کے ہاں مستند ہے۔ آقا کے نزدیک غلاموں کی رضا اتنی قابل قدر ہے کہ وہ اسے نہایت شان سے بیان فرما رہا ہے اور ان کیلئے فوز عظیم اور سعادت وفلاح دارین کا اشتہار قرآن مجید میں دے رہا ہے۔ وہ کیا انسان تھے جن کا اللہ سے راضی ہونا، اللہ کے نزدیک قابلِ قدر ہے۔

اب آپ کیلئے اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول بیان کرتا ہوں۔ یہ آیت بیعت رضوان کے موقع پر نازل ہوئی۔ حضور اقدسؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے سوئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور مقامِ حدیبیہ پر خیمہ زن ہوئے۔ یہاں سے سیدنا عثمان غنیؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریشِ مکہ کے پاس بھیجا کہ اپنے آنے کے مقصد سے انہیں آگاہ کر سکیں۔ عثمانؓ کے واپس آنے میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی اور افواہ پھیل گئی کہ انہیں کفارِ مکہ نے شہید کر دیا ہے۔ سفیر کو قتل کر دینا مہذب دنیا میں ناقابل تصور ہوتا ہے۔ حضور اقدسؐ نے اپنے ہمراہی 14 سو صحابہ کو ببول کے درخت کے نیچے جمع فرمایا اور قتلِ عثمانؓ کا قصاص لینے کیلئے ان سے بیعت طلب فرمائی جو بلا تامل پیش کر دی گئی۔ آخر میں اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا دستِ مبارک رکھا اور اسے عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر بیعت لی۔ خیر افواہ غلط ثابت ہوئی اور عثمانؓ زندہ وسلامت واپس آ گئے اور تمام معاملہ صلح حدیبیہ پر منتج ہوا۔

قارئین! اس سارے واقعے پر غور کریں:

۱۔ اس بیعت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی منظوری دی اور فرمایا کہ صحابہؓ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا یعنی اس عملِ بیعت میں

اللہ کی پسند بھی شامل تھی۔

۲۔ عثمانؓ ایک فرد تھے۔حضور اقدسؐ نے اپنے سمیت اپنے چودہ سو صحابہؓ کو ان کے قصاص پر قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔اس سے عثمانؓ کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ کر لیجیے۔

اب امکانی صورت یہ بنتی ہے:

اگر عثمانؓ واقعی شہید کر دیے جاتے تو حضور اقدسؐ صحابہؓ سمیت کفارِ مکہ سے جنگ کرتے جس کا نتیجہ دو حال سے خالی نہ ہوتا:

۱۔ ایک یہ کہ اہلِ مکہ جنگ کے دوران ہتھیار ڈال دیتے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ وہ آخری آدمی تک جنگ جاری رکھتے اور اسی نسبت سے حضورؐ بھی لڑتے ہی رہتے۔

اور اگر دوسری صورت بنتی تو حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ بھی آخری آدمی تک جنگ کرتے کیونکہ اسی پر بیعت ہوئی تھی۔گویا اللہ،اس کے رسولؐ اور صحابہؓ کے نزدیک تنہا عثمانؓ اتنے قیمتی انسان تھے کہ ان کے قصاص پر اسلام کی ساری متاعِ گراں مایہ کو قربان کر دینا واجب ہو گیا تھا۔یوں ایک پلڑے میں عثمانؓ اور دوسرے میں چودہ سو صحابہؓ کو ڈال دیا گیا۔اور یہ کام اللہ کے رسولؐ نے خود کیا۔اسی پر اللہ نے اپنی پسندیدگی کی مہر لگائی اور فرمایا: ﴿لقد رضی اللہ عن المؤمنین ...﴾ سیدنا عثمان غنیؓ اللہ اور اس کے رسولؐ کو اتنے محبوب تھے کہ ان پر چودہ سو صحابہؓ کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے اور وہ چودہ سو صحابہؓ جو اس بیعت میں شامل تھے اللہ تعالیٰ کو اتنے پسند آئے کہ انہیں اپنی رضا کی سند دے کر فوزِ عظیم کے تخت پر متمکن کر دیا اور اس ساری عزت افزائی کا باعث عثمانؓ بنے۔اب ایک اور امکانی پہلو بھی دیکھیے۔اگر واقعی جنگ ہو جاتی اور سارے ہی صحابہؓ شہید ہو جاتے اور میدان جنگ میں حضور اقدسؐ تنہا رہ جاتے تو آپؐ کیا کرتے؟ کیا آپؐ ہتھیار ڈال دیتے؟ العیاذ باللہ۔دوسری صورت کے تصور سے ہی زمین و آسمان کانپ جاتے ہیں۔اس مقام پر کھڑے ہو کر سیدنا عثمانؓ کی قدر و قیمت اور عظمت و رفعت کا اندازہ کیجیے۔

یہ ساری فکر و تحریر قرآنی ہے۔میں نے صرف ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ورنہ مناقبِ عثمانؓ بیشمار ہیں۔آپؓ بئرِ رومہ کے واقف (وقف کرنے والے) تھے۔آپؓ نے جیشِ عسرت (غزوۂ تبوک) کا سارا خرچ اکیلے برداشت کیا۔آپؓ جامع القرآن تھے۔آپؓ ذوالنورین تھے۔حضرت عثمانؓ کے عقد میں حضورؐ کی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں آئیں۔حضورؐ نے فرمایا: ''اگر میری 40 بیٹیاں ہوتیں اور وہ عثمانؓ کے عقد میں یکے بعد دیگرے فوت ہوتی جاتیں تو میں بالترتیب عثمانؓ کے عقد میں دیتا جاتا۔'' عثمانؓ نے اپنی دولت بے دریغ اسلام کی راہ میں خرچ کی اور غنی کہلائے۔آپؓ حد درجہ نرم خو مگر اعلیٰ پائے کے کشور کشا تھے۔آپؓ کی فتوحات سے فتوحاتِ فاروقی کو چار چاند لگ گئے۔آپؓ کے خلاف شورش ہوئی تو زبردست فوجی قوت رکھنے کے باوجود باغیوں کے خلاف تلوار نہ اٹھائی،حالانکہ بغاوت کو کچلنے کیلئے،اسلام ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔باغی تھے تو سبائی مگر بظاہر کلمہ گو تھے اور عثمانؓ کلمہ گو کے خلاف تلوار اٹھانا جائز نہ سمجھتے تھے۔آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔آپؓ وہ سعید روح تھے،جن کیلئے جیتے جی جنت کی بشارت آسمان سے اتر آئی تھی۔